نبوی معاشرتی نظام اور اصلاح معاشرہ کا منہج

ڈاکٹر عائشہ رضوی

استاد جامعہ کراچی، مذہبی اسکالر روح ماسٹر ٹریز

ABSTRACT

It is quite difficult to write something extensively about the moral and spiritual qualities of our Prophet Muhammad (SAWW) under such a short headline. He set the examples that are unmatched in the annals of world history. His personality exudes affection and unity for the people, more than awe and majestic. Once the Prophet (SAWW) said:

"Don't be afraid of me. I am not a king. I am the son of a poor woman from Quraish who used to eat dried meat".

This was the period when he was the most powerful person among his people. He used to distribute the wealth to the common Muslims and lived austerely. Everybody was equal in his eyes and he never caused anguish to anyone.

His influence on the people is no less than a miracle. Anyone who met him once became his disciple and found boundless love and affection from the Prophet (SAWW).

Today, we need more than anytime, to adhere to the Sunnah of our dear Prophet (SAWW) . Our love for him could be real unless we practice what he said and did during his lifetime

افلا یتدبرون○سورۃ آلایۃ (1)

سو کیا نہیں غور کرتے یہ!

اسلام ہمارا مذہب ہے، امن و سلامتی کا مرکز ہے، بدامنی اور دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

''زمین میں فساد برپا نہ کرو'' (2)

اور اسلام کے ماننے والوں کی مقدس کتاب قرآنِ پاک ہے۔ پاکستان کا قیام اسلام کا ممنون احسان ہے اور اسلام کا اوڑھنا اور بچھونا قرآن ہے۔ اس لئے قرآنی تعلیمات ہی اس مملکتِ خداداد کے استحکام کی سب سے بڑی ضمانت ہوسکتی ہے۔

اس دور میں جب کے ہر طرف مادیت کا عروج اور روحانیت کا فقدان ہے اور ملک کے تقریباً تمام عوام پریشانی کا شکار ہیں۔ بلکہ دنیا کا سارا معاشرہ نظریاتی بحران میں مبتلا ہے ایسے میں قرآن پر غور و فکر کی ضرورت ہے خود قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

افلا تفکرون! افلا تعقلون! افلا تعلمون! (3)

یعنی ''تم قرآن میں غور کرو، فکر کرو اور اس پر عمل کرو''

آج سے 1400 سال قبل ہمارے آقا و مولا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے بتادیا تھا اور قرآن مجید برابر چیلنج کررہا ہے کہ کوئی ہے تو ذرا مقابلہ کر کے دیکھ لے! معجزات فرقِ عادت بھی تھے، اگر عصائے موسیٰؑ سانپ بن سکتا تھا تو کھجور کی ایک ٹہنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ہاتھوں کی تلوار بن گئی اور جس صحابی کو دی وہ ساری عمر اس سے لڑتے رہے، بحرۂ قلزم نے بنی اسرائیل کو دشمنوں سے دور بھاگنے میں مدد دی تو عہدِ فاروقی میں دریائے دجلہ نے مسلمانوں کے لئے دشمنوں پر چڑھائی کی راہ ہموار کی اور مدائن فتح ہوگیا۔ ''مردہ قم باذن اللہ'' کی صدا سے اُٹھ کر حضرت عیسیٰؑ سے چند باتیں کرلیا کرتا یا کچھ دیر کو زندہ ہوجاتا تھا، لیکن خاتم النبیین محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حنانہ محمدی کو اگر منبر سے اُتر کر چپ نہ کراتے تو وہ قیامت تک روتا رہتا۔ اگر حضرت صالح کی اونٹنی کو برآمد کرنے میں پہاڑ کام آیا تھا تو چاند محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی انگلی مبارک کے اشارے سے دولخت ہوکر جڑ گیا تھا۔ دراڑ یا کریک تو لوگوں نے 37 برس پہلے چاند کی ان تصویروں میں دیکھا جو امریکی خلائی جہاز Apolo 11 نے بھیجیں تھیں اب یہی معجزات علمی میدانوں کو فتح کررہے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لایت لقوم یتفکرون (4)

''یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں''

قرآن کریم کے اجتماعی و سیاسی اور معاشرتی الہامی نظاموں سے دنیا کو روشناس کرانا بھٹکی ہوئی انسانیت کی دستگیری اور ہدایت کی خدمت انجام دینا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن مجید کی تفہیم و ترجمانی کے لئے سلف صالحین و آئمہ اسلام کی کوششوں کو مشعلِ راہ بنایا جائے کیونکہ اس باب میں ان کی سعی کا مرکز و محور آنحضرت نورِ مجسم (ﷺ) کی ذاتِ اقدس ہے، بے شک قرآن حکم وحی الٰہی ہے رُشد و ہدایت کا سرچشمہ اور پوری انسانیت کے لئے روشنی کا مینار ہے مگر اس کی تفہیم و ترجمانی کا حق صرف اور صرف حضور (ﷺ) کو ہے حضور (ﷺ) نے قرآن مجید کے اجمال کی توضیح اور اس کے اسرار کی جو تبیین فرمائی ہے اس سے ذرا سا انحراف بھی صراطِ مستقیم سے ہٹا دیتا ہے۔

مسلمانوں نے قرآن پاک پر سب سے زیادہ عمل قرون اولیٰ میں کیا جس کی بدولت انہیں چاردانگ عالم میں سرفرازی نصیب ہوئی قرآن مجید ہر دور کے تقاضے پورے کرتا ہے مسلمان آج بھی اس کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کریں تو قرونِ اولیٰ جیسی عالی شان کامیابی اور سرفرازی حاصل کرسکتے ہیں۔

ہماری تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ ہم پر ایسے دور گزرے ہیں۔ جبکہ پوری انسانیت کو جاور استی و عدل دکھانے والے ہم مشعل بردارانِ حق پرستی خود طرح طرح کے اندھیروں میں گھر کر بھٹک جاتے رہے ہیں۔

دنیا بھر سے پسند کرکر کے سمیٹے ہوئے اندھیرے! نورِ ہدایت کو بیچ کر خریدے ہوئے اندھیرے! اور خود ایجاد کردہ اندھیرے! ایسے ہر دور میں ہمیں ٹامک ٹوئیے مارتے دیکھ کر قرآن پکارتا رہا۔

اين تذهبون؟(5)

مجھے چھوڑ کر کدھر جارہے ہو؟

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

(ترجمہ) ''یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے دُنیا والوں کے لئے ہر اس شخص کے لئے جو تم میں سے راست رو بننا چاہے''

"There for ISLAM Means "Peace" and Obedience To Allah Islam consists of Belief and Action Islam wants all human beings to believe and act in the right way A Muslim is one who has the right belief and who Acts in the Right way. There are Five Pillers (Arkan) on

which the whole structure of Islam stands.

☆ FAITH

☆ PRAYER

☆ WELFARE MONEY FOR THE POOR

☆ FASTING

☆ PILGRIMAGE

اسلام! جس نے معاشرے اور انسانی سوسائٹی سے پھوٹ اور انتشار کو دور کرنے کی طرف توجہ دلائی اور دنیا کو مژدہِ امن و اخوت سنایا اس کی سب سے بڑی مثال وہ عالمی چارٹر ہے جو آنحضرت (ﷺ) نے حجۃ الوداع کے موقع پر انسانوں کے ٹھاٹیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کرتے ہوئے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

(ترجمہ) ''اے رسولِ مقبول (ﷺ) آپ کی طرف یہ بابرکت کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور اربابِ عقل و فراست صحیح نتائج اخذ کر کے عبرت اور نصیحت حاصل کریں'' (6)

یعنی اسلام غور وفکر تامل و تدبر پر توجہ دیتا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت بخشی اور اسے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے!

"لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (7)

یقیناً ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا۔

معاشرے کی تعریف:

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔ یہ فطری طور پر اجتماعی زندگی کا محتاج ہے۔ وہ ایک خاندان میں آنکھیں کھولتا ہے۔ اپنی پرورش کے لئے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ پھر ہوش سنبھالنے کے بعد اس کو ایک سوسائٹی، ایک برادری، ایک بستی، ایک قوم، ایک نظام تمدن و معاشرت اور ایک نظامِ معیشت و سیاست سے واسطہ پیش آتا ہے۔ اس طرح قدم قدم پر وہ اجتماع اور معاشرے کا محتاج ہے۔ پھر فرد کی حیثیت سے وہ اپنی ہر ضرورت کے لئے زندگی کے ہر شعبے میں جماعت کا دست نگر ہے۔ اگر اس سے یہ تعلقات ختم ہوجائیں تو پھر اس کے پاس باقی کچھ نہیں رہتا وہ ایک عضو معطل اور مضغہ گوشت ہو کر رہ جاتا ہے۔

ہر انسان اپنی زندگی سکون اور اطمینان سے گزارنا چاہتا ہے اور اس کی نفسانی خواہشات سے ایسا سوچنے پر مجبور کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ دنیا کی زندگی اور معاشی خوشحالی کیلئے اس کے دوسرے

لوگوں سے تعلقات ہوتے ہیں۔

ہر انسان دوسرے پر اثر انداز بھی ہوتا ہے اور دوسرے کا اثر قبول بھی کرتا ہے۔ گویا ہر انسان موثر بھی ہے اور متاثر بھی، چنانچہ جماعت کا وجود افراد جماعت پر موقوف ہے۔ فرد کا نفع و نقصان، جماعت کے نفع و نقصان پر اثر انداز ہوتا ہے اور جماعت کا نفع و نقصان فرد کا نفع و نقصان ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے سہارے قائم ہوتے ہیں اور پروان چڑھتے ہیں۔ یہ ایک اصولی بات ہے۔ تمام چھوٹی بڑی جماعتوں اور افراد کے درمیان یہی معاملہ رہتا ہے۔ ایک فرد خاندان کو متاثر کرتا ہے اور خاندان فرد کو ایک طالب علم پورے مدرسے کو متاثر کرتا ہے اور مدرسہ طالب علم کو محلے کا ایک باشندہ پورے محلے کو متاثر کرتا ہے اور محلہ باشندے کو چونکہ دونوں، ایک دوسرے کے نفع و نقصان میں شریک ہیں۔ اس لئے اصلاح ہو تو دونوں کی ہونی چاہیے، فرد کی بھی اور معاشرے کی بھی۔

اسلام اپنا ایک مضبوط اور پائیدار معاشرتی نظام رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ فرد اور معاشرے کے تعلقات کو واضح طور پر بیان کرتا ہے اور ان تعلقات کو درست اور مضبوط رکھنے کی تدبیریں بتاتا ہے۔

اسلام ہر فرد کو معاشرے کا انتہائی اہم جز قرار دیتا ہے۔ اس کو انفرادی حیثیت میں اپنے عمل کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ خدا کے سامنے جواب دہ گردانتا ہے۔ اور معاشرے میں ہر فرد کی شخصیت کے تحفظ اور اس کے نشوو ارتقاء کا پورا پورا موقع فراہم کرتا ہے۔

اسلام معاشرے کو عدل و انصاف کے مستقل، محکم اور فطری اصولوں پر قائم کرتا ہے، جس میں نہ طبقاتی تقسیم ہوتی ہے اور نہ معاشی بے ہنگمی، نہ سیاسی عدم توازن ہوتا ہے نہ قانونی تفریق۔ اسلامی معاشرہ اولادِ آدمؑ کی مساویانہ حیثیت پر قائم ہوتا ہے۔ یہ عالمگیر معاشرہ ہوتا ہے۔ اس میں رنگ و نسل اور زبان وطن کی بنیاد پر انسانوں کو ایک دوسرے سے کاٹا اور پھاڑا نہیں جاتا۔

ایسے منصفانہ اور عالمگیر معاشرے کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ عادلانہ بنیادوں پر افراد کی ذہنی اور اخلاقی تربیت کا انتظام مستقلاً نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہی افراد معاشرے کے بنیادی ستون ہوتے ہیں۔ انہی پر معاشرے کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اگر تربیتی ادارے غیر تسلی بخش ہوں تو افراد کی تربیت ممکن نہ ہوگی اور جب افراد ہی کی تربیت نہ ہو تو صالح معاشرہ کیسے جنم لے سکتا ہے اور کس طرح برقرار رہ سکتا ہے۔

علمائے معاشرت نے انسان کی معاشرتی زندگی پر جو تحقیقات کی ہیں اس سے واضح ہے کہ انسان سادہ دور میں بھی اجتماعیت پسند تھا۔

گوہابز (Hobbes) کہتا ہے کہ ابتدائی انسان حیوان کے مماثل تھا اور تنہائی کی زندگی بسر

کرتا تھا جبکہ اس کا نوجوان ہمصر جان لاک (Jhon Lock) کہتا ہے کہ انسان ابتداء سے ہی گروہی زندگی گزارتا تھا اور امن پسند تھا اور پھر انسان کا یہ طرز عمل وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

فرد کی اصلاح:

اسلام ہر فرد میں یہ احساس بیدار کرتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار اور خدا کے سامنے ہر ہر عمل کے لئے جواب دہ ہے۔

من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها (8)

جس کسی نے نیک کام کیا تو اپنے لئے اور جس نے برا عمل کیا تو خود اس کے آگے آئے گا۔

حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں فرمایا گیا ہے کہ ہر انسان بذات خود ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

كلكم راع و كلكم مسول عن رعيته (9)

تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اس احساس ذمہ داری کو اجاگر کرنے کے بعد اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمان کا اللہ، رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آخرت پر ایمان تازہ کیا جاتا رہے تاکہ دل میں کسی قسم کی شرانگیزی پیدا نہ ہو۔ دین اسلام اپنی تعلیمات پر عمل کرانے کے لئے ان کی واقفیت پر بہت زور دیتا ہے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ علم دین کا بڑا مقصد انسان کی عملی زندگی کی اصلاح ہے اور عمل ہی پر کامیابی کا دارومدار ہے۔

فرد کی اصلاح وتربیت:

فرد کی اصلاح وتربیت کے لئے ایک موثر ترین ذریعہ وہ عبادات ہیں جن کو اہم ارکان اسلام کے ضمن میں ذکر کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام ہر فرد پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ اقامت دین (دین کے عملی نفاذ) کے لئے جدوجہد کرے اور اپنی زندگی کو دنیا سمیٹنے کے بجائے دین کی سربلندی کے لئے وقف کردے اور اس راہ میں ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرے۔ یہ وہ چند باتیں ہیں جو فرد کی اصلاح کے لئے اسلام کو مطلوب ہیں۔

فرد کی اصلاح میں بھی لازماً معاون۔ تاہم سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے فرد کی اصلاح کے لئے تین ذرائع استعمال کئے ہیں۔

(۱) ایمان:

اس ذریعے سے فرد کی فکری اور ذہنی تربیت ہوتی ہے۔ اسی سے اس کو معلوم ہوتا ہے کہ جس دنیا میں وہ رہتا ہے اس میں اس کی حیثیت کیا ہے۔ اس میں اس کا اپنا مقام کیا ہے۔ اس نظم کائنات کو چلانے والی قوت کون سی ہے؟ اس سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اسی فکری اساس پر اس کا رویہ زندگی بنتا ہے۔

(۲) علم:

یہ فرد کی اصلاح کا دوسرا ذریعہ ہے۔ اسلام ہر مسلمان پر کم سے کم اتنا علم حاصل کرنا فرض قرار دیتا ہے جس سے اس کو حقوق اللہ اور حقوق العباد معلوم ہو جائیں۔ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے۔

طلب العلم فریضة علی کل مسلم (10)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس حدیث میں "العلم" سے مراد علم دین ہے۔ اور صرف اتنا کہ جس سے فرد جان لے کہ اسلام کیا ہے اور اس کے بنیادی معاملات کیا ہیں؟ امام غزالیؒ نے اس "العلم" پر گفتگو کر کے بڑی وضاحت سے یہ بات سمجھائی ہے کہ اس کی کم سے کم مقدار "اسلام اور اس کے بنیادی معاملات" کا علم ہے اور جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض عین ہے۔ کیونکہ اتنے علم کے بغیر کسی شخص کا اسلامی معاشرے میں رہنا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ممکن ہی نہیں۔ لہذا اسلام اپنے ہر فرزند پر اتنا علم لازم قرار دیتا ہے۔

(۳) عمل:

یہ فرد کی اصلاح کا تیسرا ذریعہ ہے۔ صرف جان لینا مقصود بالذات نہیں بلکہ عمل مقصود بالذات نہیں بلکہ عمل مقصود بالذات ہے۔ اسلام نے ہر انسان کو عمل کی ترغیب بھی دی ہے اور اس کو اپنے ہر عمل کا ذمہ دار بھی قرار دیا ہے۔ اسلام کے نزدیک ہر انسان اپنی پوری زندگی کے ایک ایک عمل کا خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔ خدا کے سامنے ہر فرد کی ذمہ داری انفرادی ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعلیها

جس نے نیک کام کیا تو اپنے لئے کیا اور جس کسی نے بُرائی کی تو اس کا بوجھ بھی

اسی پر ہے۔ (11)

رسول اکرم (ﷺ) نے اپنے ایک ارشاد سے ہر شخص پر اس کی ذمہ داری واضح فرما دی ہے۔

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته(12)

تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور ہر شخص سے اس کے زیر نگرانی امور کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

یہی احساس ذمہ داری، انسان کے اعمال کی درستی کی ضمانت ہے۔ عمل اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ انسان اپنی ذمہ داری اور جوابدہی محسوس نہ کرے۔

معاشرے کی اصلاح وتربیت:

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اسلام فرد اور معاشرے کو یکساں اہمیت دیتا ہے۔ وہ معاشرے کی اصلاح کا بھی اتنا ہی تفصیلی منصوبہ دیتا ہے جتنا فرد کی اصلاح کا۔ فرد اور معاشرے کی یکساں اہمیت اسلام کی ایک امتیازی خصوصیت ہے۔ دور جدید کی مغربی تحریکوں کا سانحہ یہ ہے کہ انہوں نے اجتماع کو اہمیت دی اور فرد کو نظر انداز کردیا اور اس کے برعکس مشرق کے مذہبی نظاموں کا المیہ یہ ہے کہ انہوں نے فرد کو اہمیت دی اور معاشرے کو نظر انداز کردیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے مغرب کی لادینی تحریکات اور مشرق کے مذہبی نظام دونوں ناکام ہوگئے۔ لیکن اسلام فرد اور معاشرے کو یکساں اہمیت دیتا ہے۔

نظام معاشرت سورۃ الحجرات میں واضح بیان ہوئے ہیں ایک قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائے ممکن ہے وہ ان سے اچھی ہوں اپنے مومن بھائیوں کے عیب نہ تلاش کرو ایک دوسرے کے ناموں کا نہ بگاڑو۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تعلیمات بھی اصلاحی معاشرہ کے لئے ضروری ہیں۔ اس میں ذمہ داری کا تصور پایا جاتا ہے۔

ایک بہتر ے نظام معاشرہ اور فرد کی اصلاح کیلئے نبی کریم (ﷺ) نے جو اسلامی نظام پیش کیا وہ خطبہ حجۃ الوداع میں مکمل موجود ہے کیونکہ ایک اچھے معاشرے کیلئے ایک فرد اور قوم کو ان اُصولوں کا پابند ہونا ہوگا۔

اسلامی معاشرہ کی بنیادیں

(ا) وحدت آدم:

یہ اسلامی معاشرے کی پہلی بنیاد ہے، اسلام دنیا کے تمام انسانوں کو اولادِ آدم سمجھتا ہے اور

پوری انسانیت کو ایک برادری۔ اس کے نزدیک رنگ ونسل اور قومیت وطنیت، وجہ فضیلت نہیں، بلکہ ذریعہ تعارف ہے۔ ان اختلافات کی وجہ سے تعصب، تفریق، امتیاز اور اونچ نیچ پیدا کرنا اصولاً اور عقلاً غلط ہے۔ اسلام جو معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے وہ اس کی اساس وحدت آدم پر رکھتا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکروانثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفو ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (13)

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر تمہیں قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو۔ تم میں سب سے زیادہ صاحبِ فضیلت اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ صاحبِ تقویٰ ہو۔

(۲) حرمت آدم:

یہ اسلامی معاشرے کی دوسری بنیاد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان بحیثیت انسان معزز ومحترم ہے۔ سب قابل عزت ہیں۔ کسی کی عزت کم اور کسی کی زیادہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لقد کرمنا بنی آدم (14)

ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی ہے۔

جسے وہ عزت دے، اسے ذلیل کرنے یا سمجھنے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔ اسلام کی نظر میں انسان کا معیار فضیلت مال ودولت، جاہ وحشم نہیں بلکہ خدا ترسی اور خدا خوفی ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

اللہ کے ہاں تم میں سے سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہو۔ (15)

یہ معیار شرف، معاشرے کے ہر فرد کو معزز شہری بناتا ہے۔ اس معاشرے میں معزز وہ نہیں جو کار اور کوٹھی رکھتا ہو بلکہ معزز وہ ہوتا ہے جو خدا سے ڈرتا ہو۔ احترام انسانیت اس معاشرے کی نمایاں خصوصیت ہوتی ہے۔

(۳) اخوت:

یہ اسلامی معاشرے کی تیسری بنیاد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس معاشرے کے تمام

افراد میں برادری کا رشتہ ہوتا ہے۔ سب ایک دوسرے کے بھائی ہوتے ہیں۔ سب کا خدا ایک، سب کا رسول ایک، سب کا قرآن ایک، سب کا نقطہ نظر ایک، سب کا نظام حیات ایک، یہی وحدت فکر و عمل معاشرے کے تمام افراد کو بھائی بھائی بنائے رکھتی ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

انما المؤمنون اخوة

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں (16)

وحدت فکر ونظر ہی اس بھائی چارے کی خالق ہوتی ہے۔ اور اسی سے اسلامی معاشرہ عالمگیر برادری بنتا ہے۔ اس کی وسعت کو نہ نسلی تعصبات روک سکتے ہے اور نہ جغرافیائی حدود۔ رسول اکرم (ﷺ) کا ارشاد ہے:

المومن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضاً (17)

(ترجمہ) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے ایسا ہوتا ہے جیسے دیوار، کہ ہر ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تقویت پہنچاتی ہے۔

(۴) شفقت واحترام:

یہ اسلامی معاشرے کی چوتھی بنیاد ہے۔ اسلام واضح طور پر مطالبہ کرتا ہے کہ معاشرے میں ہر بڑا، چھوٹے کے ساتھ مشفقانہ سلوک کرے اور ہر چھوٹا، بڑے کا احترام کرے۔ رسول اکرم (ﷺ) کا ارشاد ہے۔

من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا فليس منا (18)

(ترجمہ) جو شخص، چھوٹے پر رحم وشفقت نہ رکھے اور بڑے کا احترام نہ کرے وہ ہمارے معاشرے کا آدمی نہیں۔

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اسلام کے اخلاقی اقدار میں سب سے اعلیٰ اور ارفع قدر بتاؤ تو میں کہوں گا۔ ''چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام''۔ اگر انسان صرف اس اخلاقی قدر کو اپنا لے تو ساری اخلاقی قدریں خود بخود اس میں پیدا ہوجائیں گی۔ اس ''قدر'' کی بلندی کا اندازہ صرف اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس ''قدر'' کے خلاف کرنے والے کو رسول اکرم (ﷺ) نے اسلامی معاشرہ کا فرد ہی تصور نہیں فرمایا۔ اسلام جو معاشرہ تشکیل دیتا اور تعمیر کرتا ہے۔ اس کے ہر فرد سے اس کا مطالبہ ہے کہ وہ ہر بڑے کا احترام کرے اور ہر چھوٹے پر شفقت رکھے۔ خواہ بڑائی بہ اعتبار علم و عقل ہو یا بہ اعتبار عمر و سال۔

(۵) مواسات:

یہ اسلامی معاشرے کی پانچویں بنیاد ہے۔مواسات کے معنی ہیں ہمدردی۔ اسلام چاہتا ہے کہ اس کے معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم گسار ہوں۔ ان میں خیر خواہی، تعاون، امداد، ایثار، قربانی عام ہو۔ لوگ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملیں تو ایک دوسرے کے لئے سلامتی کی دُعا کریں۔ ہاتھ ملائیں تو گرم جوشی سے ملائیں جس سے خلوص و محبت کا اظہار ہو۔ ہر شخص، اپنے ہم معاشرہ بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور وہ سب کچھ ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ لوگ ظلم، غیبت، چغلی، بدگمانی، نہ کریں۔ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کریں۔ ایک دوسرے کے لئے رکیک جذبات نہ رکھیں۔ رشک، حسد، بغض، تجسس، الزام تراشی، بے حرمتی، حرف گیری نہ کریں۔ نیکی خود بھی کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں۔ برائی سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ ایک دوسرے کو برے نام سے یاد نہ کریں۔ ایک دوسرے پر کیچڑ نہ اچھالیں۔ ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائیں۔ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ (19)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(۶) احساس ذمہ داری:

یہ اسلامی معاشرے کی چھٹی بنیاد ہے۔ اس سے مُراد یہ کہ معاشرے کے تمام افراد اس ذمہ داری کو محسوس کریں جو معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے ان پر عائد ہوتی ہے۔ ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دائرہ عمل اور دائرہ اثر و رسوخ میں برائی کو روکے اور بھلائی کو پروان چڑھائے۔ اسلام نے اس معاشرے کا مقصد وجود ہی یہ بتایا ہے کہ یہ معاشرے نیکیوں کو قائم کرتا اور برائیوں کو روکتا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر

(ترجمہ) تم بہترین اُمت ہو جو برپا ہی لوگوں کے لئے کی گئی ہے تم امر بالمعروف کرتے ہو اور نہی عن المنکر کرتے ہو۔ (20)

یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، انفرادی ذمہ داری بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ اسلام کا نقطہ

نظریہ ہے کہ معاشرے کا ہر فرد کارزارِ حیات میں جس مورچے پر بھی کھڑا ہے اپنے مورچے کی حفاظت کرے۔ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے

"تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ چنانچہ امام حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ہر شخص اپنے اہل و عیال کا حاکم ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ ہر عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے لہذا اس سے اس کی رعیت کے بارے میں دریافت ہوگی۔ غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔(21)

یہ ایک ایسا عظیم الشان انقلاب تھا جس نے تمام خود ساختہ قوانین، سیاسی تکلفات، بدعات اور مظالم سے لبریز شاہانہ نظام ہائے سلطنت کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیا، اس انقلاب نے نہ صرف قصر کسریٰ و قیصر کی شخصیتوں کا خاتمہ کر دیا، بلکہ خود کسرویت اور قیصریت کو صفحہ ہستی سے فنا کر دیا، یہی پیشنگوئی ان الفاظ میں ظاہر ہوئی۔

اذاھلك كسریٰ فلا كسریٰ بعدہ واذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہ

جب کسریٰ ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں، اور جب قیصر ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں

اور اس کے بعد ایک ایسی عادلانہ سلطنت کی بنیاد ڈالی گئی جس کا قانون اللہ کا قانون، جس کی حکومت اللہ کی حکومت اور جس میں ہر شخص ایک طرح سے خود ہی اپنا حاکم اور خود ہی اپنا محکوم تھا، کیونکہ اسلامی سلطنت بادشاہ اور اس کے خاندان کی ملکیت نہ تھی، بلکہ ملکیت تو صرف ایک اللہ کی تھی لیکن اس کی نیابت سارے مسلمانوں کا یکساں حق تھا، یا اس کو یوں کہئے کہ نظام اسلام میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی رعایا کا نگراں حاکم ہے، شوہر اپنے اہل و عیال کا، بیوی شوہر کے گھر کی، معلم اپنے شاگردوں کا، آقا اپنے غلاموں کا، غلام اپنے متعلقہ کاموں کا۔

اسلام کا نظام سلطنت انہی اُصولوں پر قائم کیا گیا اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک قائم رہا اس نظام سلطنت کا بڑا نتیجہ یہ تھا کہ اس میں قانون کے رو سے چھوٹے بڑے، اونچے نیچے، کالے گورے اور عربی و عجمی کی تفریق بالکل مٹ گئی، یمن اور بحرین کے ایران نژاد، نجد و حجاز کے

عرب، حبش کے حبشی، سب ایک ہی سطح پر آ کھڑے ہو گئے اور بادشاہی و شہنشاہی کے وہ تخت جو مشرق و مغرب میں بچھے تھے، الٹ گئے اور اسلام کی سلطنت کا امام اور دوسرے اہلکار حکام حقوق میں عام مسلمانوں کے برابر کر دیئے گئے۔

عام خیال یہ ہے کہ اسلام نے قانونی مساوات کی جو سلطنت قائم کی، وہ عرب کے لئے کوئی نئی چیز نہ تھی کیونکہ عرب؟؟ خوددار تھے اور ان کے قبیلوں میں شیوخ کی ریاست قریب قریب اسی پرواز کی تھی مگر یہ سخت تاریخی غلطی ہے، عرب میں مدت سے تین سلطنتیں قائم تھیں، لخمی، حمیری، غسانی اور یہ سب کی سب اسی طرز کی تھیں جیسی دنیا میں دوسری شاہانہ حکومتیں تھیں، یمن میں سبا اور حمیر کی سلطنتیں بھی اسی قسم کی تھیں، اسلام سے کچھ ہی پہلے کندہ کی جو ریاست رومیوں کے زیر اثر قائم ہوئی تھی، وہ بھی اسی نقشہ پر تھی قبائل کے سردار اگرچہ جمہور کی مرضی یا ذاتی کردار مثلاً شجاعت و فیاضی وغیرہ کی بناء پر انتخاب کئے جاتے تھے لیکن ان کے حقوق بھی عام لوگوں سے ممتاز تھے، چنانچہ لڑائیوں میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا اس میں سرداران قبائل کے لئے خاص حقوق مقرر تھے جن سے اور تمام لوگ محروم تھے، یہی حقوق ہیں جن کو صیفہ، مرباع، نشیطہ اور فقول کہتے ہیں اور اسلام نے انہی کو مٹا کر خمس قائم کیا ہے عام مجالس میں لوگوں کو سرداران قبائل کے سامنے آزادانہ گفتگو کرنے کا بھی حق حاصل نہ تھا، چنانچہ ایک جاہلی شاعر جو مذہباً یہودی تھا، کہتا ہے۔

وننکر ان شئنا علی الناس قولھم ولا ینکرون القول حین نقول

اور اگر ہم چاہے تو لوگوں کی باتوں کو رد کر دیں اور جب ہم بولیں تو وہ لوگ اس کو رد نہیں کر سکتے

جو لوگ سلطنت کے کاموں کو اخلاق اور نیکی کے ساتھ انجام دیں، ان کو اپنے اس حسن عمل کا ثواب اسی طرح ملے گا جس طرح دوسری عبادات کا، گویا حکومت کرنا بھی ایک عبادت ہے۔

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ سلطنت بھی عبادت ہوگئی اور ہر قسم کی بددیانتی، خیانت، فریب، سازش، تعدی وظلم کا اسلامی سیاست سے خاتمہ ہو گیا، امیر معاویہؓ نے اپنے زمانہ میں رومیوں سے ایک مدت معینہ کے لئے صلح کر لی تھی، لیکن وہ اس مدت کے اندر اپنی فوج سرحد کے قریب لئے ہوئے اس تاک میں تھے کہ جیسے ہی مدت ختم ہو وہ رومیوں پر حملہ کر بیٹھیں، ایک نامی اور مشہور صحابی نے جو اس فوج میں شریک تھے فوراً ان کی اس حکمت عملی پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو بدعہدی قرار دیا ہے جس سے مسلمانوں کو باز رہنا چاہیے، یہ سن کر

انہوں نے اپنی فوج ہٹالی۔

ہر سلطنت کو ٹیکس، مال گذاری اور خراج کے وصول کرنے کے لئے ہمیشہ سختی سے کام لینا پڑتا تھا، اور اگر حکام کی طرف سے ذراسی سہل انگاری اور بے پروائی ظاہر ہو تو دفعتہ سلطنت کا خزانہ خالی ہوجاتا ہے، مجرم جب کسی عدالت کے سامنے پیش کیا جائے گا تو اس کو حکام کی غضب آلود نگاہوں میں رحم کی ایک شعاع بھی نظر نہ آئے گی، اور وہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے ہر قسم کے خدع و فریب، مکروحیلہ اور دروغ بیانی سے کام لینا اپنا سب سے بڑا فرض خیال کرے گا، اس میں شخصی و جمہوری حکومتوں میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ دونوں ہی قسم کی سلطنتوں میں یہ نتائج یکساں طور پر ظہور پذیر ہوں گے، یورپ آج ظاہری ونمائشی تمدن وتہذیب میں بہت ترقی کر گیا ہے۔تمام ملک میں تعلیم عام ہوگئی ہے۔

اسلام کا نظام اخلاق:

اسلام کا نظام سلطنت اخلاقی اصول پر قائم تھا اور اس کا ویسا ہی نتیجہ ظاہر بھی ہوتا تھا، صدقہ و زکوٰۃ عرب کے لئے ایک بالکل جدید چیز اور افلاس وغربت کی وجہ سے ان کا ادا کرنا ان کے لئے مشکل تھا، چنانچہ کعب بن اشرف کے قتل میں محمد بن مسلمہ نے اسلام کی جن مشکل باتوں کی بظاہر شکایت کی تھی ان میں ایک صدقہ وزکوٰۃ کی گراں باری بھی تھی، صدقہ اور زکوٰۃ کے وصول کرنے کے لئے اگرچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد مبارک ہی میں عمال مقرر کردیئے گئے تھے تاہم اس کا کوئی باقاعدہ دفتر وسررشتہ اور نظام قائم نہیں ہوا تھا، ایسی حالت میں اگر عرب میں کوئی دنیوی سلطنت جمہوری اصول پر بھی قائم کردی جاتی تو اس کو صدقہ وزکوٰۃ کے وصول کرنے میں غیر معمولی دشواریاں پیش آتیں، لیکن یہ اسلام کے نظام سلطنت کا اخلاقی اثر تھا کہ ہر فرد اور ہر قبیلہ خود اپنا صدقہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں لاکر پیش کرتا تھا اور اس کے صلہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی برکت آمیز دُعاؤں کی دولت لے کر واپس جاتا تھا، صحیح بخاری میں عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے۔

> کان رسو اللہ (ﷺ) اذا تاہ قوم بصدقتھم قال اللھم صل علی ال فلان، فاتاہ ابی بصدقۃ فقال اللھم صلی علی ال ابی اوفی (22)
>
> آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت اقدس میں کوئی قوم اپنا صدقہ لے کر حاضر ہوتی تھی تو آپ فرماتے تھے کہ خداوندا فلاں کی آل پر رحمت نازل فرما، چنانچہ میرے باپ بھی صدقہ لے کر آئے، تو آپ نے فرمایا کہ خداندا! ابو اوفی کی آل پر رحمت بھیج

اسلامی معاشرہ میں نظام زندگی میں سب سے اہم شعبہ عدل ہے انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں عدل وانصاف کی ضرورت ہے اور عدل نظم حکومت کیلئے تو روح کی حیثیت رکھتا ہے اور پورا نظام عالم محض عدل کی وجہ سے قائم ہے۔ تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد میں باہمی توازن، تناسب، ترتیب اور تدریج قائم کرنا عدل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سورۃ نحل میں جو خاص طور پر جمعہ کے خطبہ میں پڑھی جاتی ہے۔ عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (23)

(ترجمہ) اللہ عدل واحسان کرنے کا حکم دیتا ہے

قرآن پاک میں عدل اور اس کے مشتقات کئی مقامات پر وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً عدل کے معنی فدیہ کے ہیں جیسے:

ولا یوخذ منہا عدل (24)

(ترجمہ) اور ان سے فدیہ میں کچھ نہ لیا جائے گا

وان تعدل کل عدل لا یوخذ منہا (25)

(ترجمہ) اگر وہ ہر چیز (جو روئے زمین پر ہے بطور) فدیہ دینا چاہے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔

عدل کے معنی برابر یکساں کے بھی آتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔

او عدل ذلک صیاما لیذوق وبال امرہ (26)

یا اس کے برابر روزے رکھے تا کہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے۔

ابو عمر کے بقول عدل بالفتح کے معنی قیمت کے بھی ہیں فدیہ کے بھی، مرد صالح کے بھی اور حق و انصاف کے بھی۔

قرآن شریف میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات چھبیس مرتبہ آئے ہیں اس سے اس کی اہمیت اور تصور کی وسعت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ عدل اپنے لغوی مفہوم کے اعتبار سے جس تنوع کا حامل ہے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم اس کا جائزہ ایک اصطلاح کے طور پر لینا چاہتے ہیں۔

اگر ہم عدل کے استعمالات کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے تصور میں دو متصل حقیقتیں پنہاں ہیں۔

ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن و تناسب قائم ہو اور دوسرے یہ کہ ہر ایک کو

اس کا حق بے لاگ طریقے سے دیا جائے۔ ہمارے ہاں ''انصاف'' کی جو اصطلاح استعمال ہوتی ہے وہ عدل کا مفہوم پوری طرح ادا نہیں کرتی کیونکہ اس کا مطلب نصف کی تقسیم ہے۔ عدل بعض حالات میں بلاشبہ مساوات کا متقاضی ہوتا ہے جیسے حقوق شہریت وغیرہ مگر بعض دوسرے حیثیتوں میں مساوات عدل کے منافی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی و اخلاقی مساوات۔ عدل کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ حقوق میں توازن قائم کیا جائے۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے اخلاقی، معاشرتی معاشی قانونی، سیاسی، حقوق ادا کئے جائیں۔

تعلیمات نبوی کی روشنی میں اس ریاست نے جو خلافت راشدہ کی ریاست کی، شوریٰ امانت و دیانت خدا ترسی، عدل و مساوات بے تعصبی، جوابدہی اور احتساب کی جو مثالیں قائم کیں وہ تاریخ میں مینار نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو دوسرے دن کندھے پر کپڑے کا تھان رکھ کر بیچنے کے لئے نکلے کیونکہ یہی ان کا ذریعہ معاش تھا حضرت عمر فاروقؓ راستے میں ملے اور کہا آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا پھر اپنے بال بچوں کو کہاں سے کھلاؤں۔ بالآخر ان کے لئے مہاجرین میں سے ایک عام آدمی کی آمدنی کے معیار کو سامنے رکھ کر ایک وظیفہ مقرر کر دیا گیا جو چار ہزار درہم سالانہ تھا۔ جسے حضرت ابوبکرؓ نے وفات سے پہلے وصیت نامے کے ذریعہ بیت المال کو واپس کر دیا۔

حضرت عمرؓ کا عدل فارق مشہور ہے میں آپ کا ایک چھوٹا سا ذکر تحریر کر رہی ہوں۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں ابی بن کعب نے ان کے خلاف استغاثہ دائر کیا۔ حضرت عمرؓ حضرت زیدؓ کی عدالت میں پیش ہوئے۔ حضرت زیدؓ نے انہیں اعزاز دینا چاہا مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور مدعی یعنی ابی بن کعب کے ساتھ بیٹھے اور عدالت سے نکلتے ہوئے کہا، زید جج بننے کے قابل نہیں جب تک عمرؓ اور ایک عام آدمی ان کے نزدیک برابر نہ ہو۔

حضرت علیؓ بازار سے کبھی کسی ایسے شخص سے کوئی چیز نہ خریدتے جو آپ کو جانتا ہوتا کہ وہ قیمت میں امیر المومنین ہونے کی بناء پر کوئی رعایت نہ کرے۔

چاہیں تو اشاروں سے اپنے — کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی — سردار کا عالم کیا ہوگا

معاشرہ میں عدل اجتماعی کا تصور تعلیمات نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روشنی میں:

عدل اجتماعی کی بہترین مثالیں ہمیں اسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ملتی ہیں۔ قریش کے معزز قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کرتی ہے حد نافذ کرنے سے پہلے اس کے عزہ نے اسامہ بن زید کو

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں سفارش کرنے کی درخواست کی حالانکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابن زید کا بہت خیال فرماتے تھے جس کے جواب میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں۔

انما هلك من كان قبلكم انهم كانو يقيمون الحد على الوفيع ويتر كون اشريف والذى نفسى بيده لو ان فاطمة (بنت محمد) فعلت ذلك لقطعت يدها (27)

تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اسی لئے تو تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کم تر درجے کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور برتر درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ (بنت محمد) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹنے سے بھی ہرگز دریغ نہ کرتا۔

اسلام دین فطرت ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اسنے زندگی گزارنے کیلیے انسان کوکئی فطری اصول وقوانین دیئے ہیں۔ وہ ہمیں بلاتفریق عدل کرنے کا حکم دیتا ہے اور ناانصافیوں سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ خواہ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو۔ یہود و نصاری اسلام کے شدید ترین مخالفین میں سے تھے مگر اسلام نے ان سے بھی مساویانہ عدل قائم رکھنے کی تاکید کی ہے اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بذریعہ وحی مطلع کیا گیا۔

وامرت لاعدل بينكم (28)

(ترجمہ) اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم میں انصاف کرتا رہو

یعنی جب بھی تم اپنا کوئی معاملہ میرے پاس لاؤ گے تو اللہ کے احکام کے مطابق اس کا عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔ ایک اور مقام پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہدایت دی گئی کہ:

ترجمہ: اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف کریں

یہ آیات ثابت کررہی ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات گرامی کو دنیا میں عادل بنا کر بھیجا گیا۔ تمام کتب سیرت اور تاریخ اسلام کے اوراق آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عدل و انصاف کے واقعات سے پر ہیں جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

ایک مرتبہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے ایک جماعت آپ کے گرد تھی اس اثناء میں ایک شخص نے اپنے بدن کا سارا بوجھ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ڈال دیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک پتلی سی چھڑی سے اُسے ہٹادیا لیکن چھڑی کی نوک سے اس کے چہرے پر ایک خفیف سی خراش آگئی۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوراً اس سے فرمایا، مجھ سے انتقام لے سکتے ہو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے بطیب خاطر آپ کو معاف کیا (ابوداؤد)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن جب خدا کے عرش کے سائے کے سوا دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ خدا سات شخصوں کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس میں ایک شخص عادل بھی ہوگا۔ اسلام کے احکام دو طرح کے ہیں مستقل اور وقتی، جو مستقل احکام ہیں ان میں تو کسی طرح کا ردو بدل نہیں ہوسکتا لیکن جو وقتی احکام ہیں ان میں حالات کے مطابق تبدیلی ہوسکتی ہے بشرطیکہ عدل وقسط کا تقاضا ایسا ہی ہو دنیا کے مذاہب میں اسلام وہ پہلا اور آخری مذہب ہے جس نے اپنے تمام احکام، شرائط، تغیرات اور اصولوں میں سختی کے ساتھ جس چیز کو مدنظر رکھا وہ عدل ہے۔

وقت بھی نظام میں اللہ کی بڑی نعمت ہے جو امیر، غریب، عالم، جاہل اور چھوٹے بڑے سب کو یکساں ملی ہے۔ وقت کی مثال کڑکڑاتی دھوپ میں رکھی برف کی اس سل کی طرح دی گئی ہے جس سے اگر فائدہ اٹھالیا جائے تو ٹھیک ورنہ وہ تو پگھل ہی جاتی ہے۔ اس وقت مسلم معاشرہ مجموعی طور پر وقت کی بے قدری کا شکار ہے جبکہ مغربی معاشرہ ان تمام تر خامیوں کے باوجود وقت کا قدرداں ہے اور زندگی کو ایک نظام کے تحت گزارنے کا پابند ہے۔ علم وفن اور سائنس وٹیکنالوجی میں ان کی ترقیوں کا ایک بڑا سبب یہی ہے۔ جو قومیں وقت کی قدر کرنا جانتی ہیں وہ صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کرسکتی ہیں۔ ستاروں پر کمند ڈال سکتی ہیں جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے کہ:

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمن

اختتامیہ:

انسان اور معاشرے کی اصلاح کے لئے ہمارے سامنے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اسوۂ حسنہ کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔

غرض کے دور جدید میں مفاہمت عمل کے ساتھ امن واشتی کی جس قدر ضرورت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ رہی ہو کیوں کے اس وقت دنیا میں ہتھیاروں کا استعمال بڑھتا جارہا ہے ذرا سی بے احتیاطی عالمی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ حکمراں اور عوام اللہ اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں تب ہی ایک ملک میں نظام معاشرت اور اصلاح معاشرت درست ہوسکتا ہے۔ حاکم الوقت اپنی ذمہ داریوں کو عدل فاروقؓ کی روشنی میں انجام دیں، بھائی چارے کی صفا کو فروغ دیں کیونکہ اللہ کی طرف سے سخت تاکید ہے کہ عہد کی پابندی کرو، بے شک اس کے بارے میں جواب دہی کرنی پڑے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ ہر شخص

کو اسلاف کی زندگی سے استفادہ کرنا چاہیے۔

صحابہ کرامؓ تابعینؒ وائمہ کرام، صلحاء صوفیاء کرام سب کی زندگیاں سبق آموز پہلو رکھتی ہیں اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر آپس میں اتحاد و یکجہتی کو فروغ دیا جائے۔

ہم بلاشبہ خوش نصیب ہیں کہ ہمارے پاس اسلامی تعلیمات کی شکل میں کئی ایسی خصوصیات موجود ہیں جن سے مغرب اور ترقی یافتہ اقوام یکسر محروم ہیں۔

مسلمان خاتون کی حیثیت سے میں سمجھتی ہوں کہ مسلمانوں کی ذمہ داری فزوں تر ہے انہیں اللہ نے بہتر اُمت قرار دیا ہے۔ انہیں خیر اءامۃ ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا اس لئے ضروری ہے کہ دین کا علم لازمی ہر مسلمان کو حاصل ہو وہ اوامر اور نواہی کے متعلق علم رکھتا ہو اور ان کے مطابق خود بھی عمل کرتا ہو اور دوسروں کو بھی اس کے مطابق عمل کرنے کو کہتا ہو۔ اللہ کرے ہمارے حکمران ہماری عوام (امت وسط کے مرتبہ اور منصب) اُمت مسلمہ کے افراد ان دونوں مناصب کا حق صحیح معنوں میں ادا کریں تاکہ ملک میں امن و امان آتشی سکون و اطمینان اور بین المذاہب اتحاد و یگانگت بھی پیدا ہو جائے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس کی دستور سازی کی تاریخ قومی وحدت کی حیثیت فکر پر مبنی ہے جید علمائے کرام نے اپنے 22 نکات مکمل نظام زندگی اور اصلاح معاشرہ کے لئے پیش کئے۔ ہم آج بھی ان نکات کو اپنے ذہنوں میں تازہ کرلیں اور اس کی روح کو اس سے سرشار کرلیں تو کامیاب معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔

اور اللہ اس عمل کو قبولیت وشرف بخشے (آمین)

آج بھی ہو جو ابراہیم سا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ القرآن

۲۔ سورۃ الاعراف، آیت ۷۴

۳۔ القرآن

۴۔ سورۃ الروم ایۃ 21

۵۔ القرآن

۶۔ سورۃ ص آیۃ ۲۹

۷۔ سورۃ التین آیت ۴

۸۔ سورۃ حم السجدۃ 46

۹۔ محمد ابن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب

۱۰۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الادب

۱۱۔ سورۃ حم السجدۃ 46

۱۲۔ محمد ابن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب

۱۳۔ الحجرات: ۱۳

۱۴۔ بنی اسرائیل: ۷۰

۱۵۔ الحجرات: ۱۳

۱۶۔ الحجرات: ۱۰

۱۷۔ محمد ابن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب

۱۸۔ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب الادب

۱۹۔ محمد ابن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب

۲۰۔ آل عمران: ۱۱۰

۲۱۔ محمد ابن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب

۲۲۔ بخاری الزکوٰۃ ص ۲۰۳

۲۳۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۹۰

۲۴۔ البقرہ آیت ۴۸

۲۵۔ الانعام آیت ۷۰

۲۶۔ المائدہ ۹۵

۲۷۔ ترمذی، سنن ترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی کراھیة، ۴/۳۸، ابن ماجہ کتاب الحدود باب الشفاعة، ۸۵۱/۲

۲۸۔ سورۃ شوریٰ آیت ۱۵